Lesson 2: Al-An'aam (Ayaat 20 - 39): Day 6

سُوْرَةُ الاَنْعَام کی تفسیر

اگلی آیات کی تفسیر دیکھیں گے؛

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ تمہاری (باتوں کی) طرف کان رکھتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر تو پردے ڈال دیئے ہیں کہ ان کو سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں ثقل پیدا کر دیا ہے (کہ سن نہ سکیں) اور اگر یہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں۔ یہاں تک کہ جب تمہارے پاس تم سے بحث کرنے کو آتے ہیں تو جو کافر ہیں کہتے ہیں یہ (قرآن) اور کچھ بھی نہیں صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ﴿۲۵﴾

اللہ کے نبیؐ کی محفلوں کا تذکرہ ہے۔ کہ کچھ لوگ آتے تو ہیں اور يَّسْتَمِعُ کان لگا کر یعنی غور سے بات سنتے ہیں۔ سمع ہوتا ہے صرف سُننا۔ عربی میں جتنے حروف بڑھتے جاتے ہیں تو شدّت میں بھی بڑھ جاتے ہیں۔

اَكِنَّةً: لفظ کان بھی اسی سے ہے یعنی چھپی ہوئی چیز۔

وَقۡرًا ؕ : معنی بوجھ یا گرانی۔ یعنی وہ بات تو سنتے ہیں لیکن ان کا دِل نہیں لگتا۔ آپؐ کی باتیں سنناُان کو بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ یہ جتنی بھی آیات سُن لیں اور اپنے ربّ کی نشانیاں دیکھ لیں۔ وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔

آج کے ماحول میں کہہ سکتے ہیں کہ جتنا مرضی پڑھ لیں اور قرآنی آیات کو سُن لیں۔ ان کے دلوں پر اثر نہیں ہوتا۔ اُن کا عمل نہیں بدلتا۔

پھر اللہ کے نبیؐ سے بحث کرتے ہیں کہ یہ تو اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ پچھلوں کی باتیں۔ پچھلی کہانیاں ہیں۔

نظر بن حارث ایران گیا اور وہاں سے رُستم اور سہراب کی کہانیاں لے آیا۔ یعنی آج کے زمانے میں ڈائجسٹ اور رسالے لے آیا۔ وہ مزے مزے سے کہانیاں سنتے اور سُناتے۔ پھر قریش کے سردار اُس کو اللہ کے نبیؐ کے پاس لے آئے۔ وہ قرآن کی آیات سُن کر کہنے لگا کہ یہ تو پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

وَهُمۡ يَنۡهَوۡنَ عَنۡهُ وَيَنۡـــَٔوۡنَ عَنۡهُ‌ ۚ وَاِنۡ يُّهۡلِكُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

وہ اس سے (اوروں کو بھی) روکتے ہیں اور خود بھی پرے رہتے ہیں مگر (ان باتوں سے) اپنے آپ ہی کو ہلاک کرتے ہیں اور (اس سے) بے خبر ہیں ﴿۲۶﴾

يَنۡهَوۡنَ : ن ھ ی اور دوسرا لفظ ہے؛ وَيَنۡـــَٔوۡنَ : ن ء ی۔

یعنی خود بھی دُور ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی دُور کرتے ہیں۔ یہ پرانی باتیں کہہ کر قرآن سے لوگوں کو دُور کر دینگے۔

یہ تو خود کو ہی ہلاک کر رہے ہیں۔

اَب دیکھتے ہیں کہ کیا آج بھی لوگ قرآن کو اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کہتے ہیں؟

آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ 1400 سال پرانی کتاب پڑھتے ہیں۔ یہ تو پُرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

اسی سے لوگ ' اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ' Backward کہتے ہیں۔ ایک بات یاد رکھیں۔ یہ اللہ کے الفاظ ہیں۔ یہ محفوظ ترین کلام ہے۔ آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ یہ مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

ایک تو بات آپ کو اس لئے سمجھ نہیں آئے گی کہ آپ بتانے والے کی قدر نہیں کرتے۔ دوسرا جب کوئی مجبوری سے بیٹھ کر سُنتا ہے تو پھر بھی سمجھ نہیں آئے گا۔ اللہ نے بہت خوبصورت انداز سے اپنی کتاب کا تحفظ کیا ہوُا ہے۔

یہ کتاب صرف اُسی کو سمجھ آئے گی اور پھر اُس کے عمل میں ڈھلے گی جو پورے دِل سے، خلوصِ نیت سے، پورے شعور سے سُنے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ صرف اُسی دِل میں ہوتا ہے جو خالی ہو۔ جہاں توحید ہے۔ اسی طرح قرآن بھی صرف پر خلوص دِل میں جگہ بنائے گا۔

مثال: زم زم کو اگر خالی گلاس میں ڈالیں گے تو خالص رہے گا۔ اگر اُس گلاس میں پہلے سے دودھ یا کوئی اور چیز ہے تو آبِ زم زم خالص نہیں رہے گا۔

ہم سب کے لئے پیغام ہے کہ جب سُننے کے لئے بیٹھیں گے تو اس کا حق اَدا کریں۔ پورے شعور سے سُنیں۔ یوں سمجھیں کہ آپ ہائے وے / موٹروے پر جا رہے ہیں۔ اگر آپ کو دھیان اِدھر اُدھر ہو گیا تو حادثہ ہو سکتا ہے۔ آپ کچھ کا کچھ اور سمجھ جائینگے۔

ہو کر بیٹھیں۔ جو انسان اللہ کے خوف کے بغیر اور دوسرا تعصب کے ساتھ اور تیسری چیز دِل میں کوئی اور مقصد رکھتے ہوئے اس کتاب کو سیکھے گا، پڑھے یا پڑھائے گا۔ اُس کو قرآن سے ہدایت نہیں ملے گی۔

قرآن پاک سے ہدایت صرف اُسے ملے گی جو قرآن سے ہدایت لینے کے لئے سیکھے گا۔

کچھ لوگ اس کو وظیفوں کی کتاب سمجھتے ہیں۔ کچھ جنوں کو بھگانے کے لئے پڑھتے ہیں۔ کچھ برکت کے لئے۔ آپ کو شاید یہ سب کچھ بھی اس کتاب سے مل جائے گا۔ اگر اللہ چاہے گا۔

جو جس نیت سے پڑھے گا۔ اُس کو وہی کچھ ملے گا۔ گھر سے نکلتے ہوئے یہ نیت کریں کہ مجھے ہدایت مل جائے۔ میں اللہ کے سامنے سُرخرو ہوں جاؤں۔ آپ کا ایک ایک قدم عبادت بن جائے گا۔ آپ کو ہدایت، رحمتیں اور برکتیں مل جائیں گی۔

اگلی کچھ آیات کے سُنتے ہوئے محسوس کریں کہ آپ میدانِ محشر میں ہیں۔

یا تصّور میں لائیں۔ کہ آپ ائیرپورٹ پر انتظار میں بیٹھے ہیں۔ بورڈنگ پاس آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور آپ اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہیں۔ کوئی آ رہا ہے اور کوئی جا رہا ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾

کاش تم (ان کو اس وقت) دیکھو جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیئے جائیں تاکہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں ﴿۲۷﴾

تصور اور یقین کی آنکھ سے دیکھیں۔ شعور کے ساتھ محسوس کریں۔

وُقِفُوا : یعنی جس سے واقف ہوں اُس کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہاں مجہول ہے کہ کھڑے کیئے جائیں گے۔

لَيْتَنَا: ہائے افسوس کاش ہم یہ کر لیتے۔ نُرَدُّ: ر دد: کاش لوٹ سکیں۔ کاش واپس دُنیا میں چلے جائیں۔

تو پھر ہم کبھی نہیں اللہ کی آیات جھٹلائیں گے۔ اور ہم ایمان لے آئیں۔

ایمان کا اصل امتحان ہے کہ ہم غیب پر ایمان لائیں۔ اللہ تو ہمیں دِل، دماغ اور مشاہدے سے ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں۔ آنکھ سے دیکھ کر تو سب ایمان لے ائینگے۔

دیکھ کر ایمان لائے تو ابو جہل اور ابو بکرؓ میں کیا فرق ہو گا؟ ابو بکرؓ نے بن دیکھے مان لیا۔ معراج کا واقعہ صرف سُن کر مان لیا اور صدیق کا لقب پایا۔

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾

ہاں یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا ہے اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں۔ کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں ﴿۲۸﴾

بَدَا : یعنی اب تو سب کچھ کُھل چکا ہے۔ ظاہر ہو گیا ہے۔ یعنی نفاق اور کفر کھل گیا۔

اور اگر واپس بھیجے بھی گئے تو پھر وہی کچھ کرینگے۔

لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا : وہی کچھ کرینگے جس سے روکا گیا تھا۔ اللہ کو یہ کیسے پتا چلا؟

اللہ کو غیب کا علم ہے اور دوسری بات یہ کہ اللہ نے ان کو کئی دفعہ بچایا۔ ہر دفعہ موت سے بچ کر پھر وہی کام کرنے لگتے تھے۔ ہر دفعہ کچھ مانگتے اللہ عطا کر دیتا تو پھر جہالت کے کاموں میں مصروف ہو جاتے تھے۔ چار دِن نمازیں پڑھتے جب کچھ مل جاتا تو پھر نمازوں سے رُک جاتے۔

اپنا محاسبہ کریں۔ کیا میں ایسا تو نہیں کرتی؟ کیا میرے اندر کوئی بری عادت ہے اور نقصان اُٹھانے پر میں کہتی ہوں آئندہ نہیں کروں گی۔ جب اللہ بچا لیتا ہے تو پھر وہی کرنے لگتی ہوں۔

اللہ انسانوں کی نفسیات بتا رہے ہیں۔ اللہ کو تو سب معلوم ہے۔ کہ پہلے بھی تم نے یہی کچھ کیا تھا، اب پھر کرو گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو بدلو۔ ابھی کچھ کر لو پھر موقع نہیں ملے گا۔

آپ یہ دیکھیں کہ مشرکین اور کافرین مسلسل جھوٹ بھی بول رہے ہیں۔ کفر اور جھوٹ اور ایمان اور سچ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

روایت: بے شک سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان سچائی پر زندگی بسر کرتا ہے اور پھر وہ اللہ کے ہاں سچا لکھ لیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ انسان جھوٹ پر زندگی بسر کرتا ہے اور پھر وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔ (بخاری اور مسلم)

کفر بھی جھوٹ ہے۔ مشرک اور کافر بھی اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ جو چھوٹی بات پر جھوٹ نہیں بولتا وہ بڑی بات پر بھی نہیں بولے گا۔

ہم سب کو اپنے آپ کو چیک کرنا ہے۔ عُذر اور بہانے بناتے ہوئے سوچ لیں کہ اللہ کو ناراض کیا۔ اور گناہ ملا۔

مشرک، منافق اور کافر ایسے کیوں کرتے ہیں؟

وَقَالُوٓا۟ إِنْ هِىَ إِلَّا حَيَاتُنَا ٱلدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾ اور کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد) پھر زندہ نہیں کئے جائیں گے ﴿٢٩﴾

کہتے ہیں کہ اسی دُنیا میں عیش کر لو۔ دنیا میں مزے کر لو۔ کل تک تو لوگ صرف زبان سے ایسا کہتے ہیں اب تو لوگ کرتے بھی ہیں۔ کہ آخرت کس نے دیکھی جو کرنا ہے ابھی موج مستی کر لو۔ کل کو دیکھا جائے گا۔ آج کا انسان اپنے عمل اور رویے سے یہ کہہ رہا ہے۔ **بابر بہ عیش کوش کہ** دنیا دوبارہ نیست؟ کہ یہ دنیا دوبارہ نہیں ملے گی۔

یہ ہے وہ سوچ جو انسان کو بے فکر کر دیتی ہے۔ کہ دنیا کے چھوٹے نقصان اُسے بڑے لگتے ہیں اور آخرت کے بارے میں وہ سوچتا ہی نہیں ہے۔ ایسے لوگ آخرت کے بارے میں سوچتے ہی نہیں اُن کا کیا حال ہو گا؟ اُن کی پیشی ہو جائے گی۔ اللہ کے سامنے حاضر کئیے جائینگے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور کاش تم (ان کو اس وقت) دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور وہ فرمائے گا کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) برحق نہیں تو کہیں گے کیوں نہیں پروردگار کی قسم (بالکل برحق ہے) خدا فرمائے گا اب کفر کے بدلے (جو دنیا میں کرتے تھے) عذاب (کے مزے) چکھو ﴿۳۰﴾

آپ دیکھیں کہ جھوٹے ہیں لیکن قسم کھا رہے ہیں۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ "۔۔ خدا فرمائے گا اب کفر کے بدلے (جو دنیا میں کرتے تھے) عذاب (کے مزے) چکھو۔'

اب یہاں سے اللہ کی ملاقات کا ذِکر ہے؛ جس نے دِن مین پانچ وقت اللہ سے ملاقات کی اور اُس کا صحیح حق ادا کر دیا۔ تو اُس نے اللہ سے ملاقات کو سچ سمجھا۔ جس نے نماز ہی نہیں پڑھی وہ اللہ سے ملاقات کا جھٹلا رہا ہے۔

اپنے آپ سے پوچھیں کیا آپ اللہ سے ملاقات کو سچ سمجھتی ہیں؟ قیامت کے دِن کتنے لوگ خسارے میں ہونگے؟

ایسا طالب علم جو سارا سال کوئی تیاری نہیں کرتا۔ کچھ نہیں پڑھتا لکھتا وہ امتحان میں کیا کرے گا؟

کچھ لوگ دُنیا کے غموں کو بھی پال رہے ہیں۔ لوگ خوشیاں تو مناتے ہیں ہیں۔ لیکن کچھ لوگ غموں کو سینے سے لگائے رہتے ہیں۔ اللہ کی ناشکری کرتے رہتے ہیں۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٣١﴾

جن لوگوں نے خدا کے روبرو حاضر ہونے کو جھوٹ سمجھا وہ گھاٹے میں آ گئے۔ یہاں تک کہ جب ان پر قیامت ناگہاں آ موجود ہو گی تو بول اٹھیں گے کہ (ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔ اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں بہت برا ہے ﴿۳۱﴾

یہاں کثرتِ حسرت کے لئے يٰحَسْرَتَنَا کا لفظ آیا ہے۔ ہائے حسرت۔ ہائے افسوس۔ ہمارے حال پر افسوس۔

فَرَّطْنَا : افراط تفریط کرنا۔ کمی بیشی کرنا۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ میں تم سے پہلے حوضِ کوثر پر پہنچ جاؤں گا۔ وہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوُا۔

فَرَّطْنَا : معنی ہیں کہ آخرت کو بالکل بھول گئے اور دنیاداری میں لگے رہے اور یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے آپ کو بہت نیک سمجھ لیا اور گھر والوں کے کے دوسرے لوگوں کے کوئی حقوق ادا ہی نہ کیئے۔ یعنی دنیا اور آخرت میں توازن نہ رکھا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں بیلنس نہ رکھا۔ کمی بیشی کر دی۔

أَوْزَارَهُمْ : کل قیامت کے دن وہ اپنے بوجھ اُٹھارہے ہونگے۔ گناہوں کے بوجھ کے لئے یہ لفظ آتا ہے۔

ظُهُوْرِهِمْ: اپنی پشت پر بوجھ اُٹھائے ہوئے ہونگے۔ ناگوار بوجھ ہو گا۔

قیامت کے دِن گناہوں کو شکل دے دی جائیگی۔ بعض کے گناہ کندھوں پر ہونگے، بعض کی پشت پر۔ یعنی ساری زندگی گناہ کرنے پر شرمندگی سے بوجھ محسوس کرینگے۔

اپنے آپ سے پوچھیں کی مجھے اللہ سے ملاقات کا یقین ہے؟ اس کے لئے میں کیا تیاری کر رہی ہوں؟

مجھے اللہ سے ملنے کا شوق ہے؟ ایک حدیث کا خلاصہ ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے عائشہؓ سے فرمایا کہ جو اللہ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے اللہ بھی اُس سے ملنے کا شوق رکھتا ہے۔ عائشہؓ نے فرمایا کیا اِس سے مراد موت ہے، کون ہے جو مرنا چاہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مُراد موت نہیں ہے بلکہ جو دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاریاں کرتا ہے۔

جس سے محبت ہو اُس سے ملنے کا شوق ہوتا ہے۔ جو ہمیں پسند نہیں جس کی بات اچھی نہیں لگتی، ہم اُس سے ملنا بھی نہیں چاہتے۔

جس کو اللہ کی بات اچھی لگتی ہے۔ اُسے قرآن اچھا لگے گا۔ وہ اللہ کے احکام پر عمل کرے گا تاکہ آخرت میں شرمندگی نہ ہو۔

اللہ سے محبت کرنے والا تو پیار اور شوق سے نماز پڑھے گا۔ قرآن سیکھے اور سکھائے گا۔ ملاقات کو ذہن میں لائیں۔ مومن نیکیاں کرکے اپنے آپ کو سجاتا سنوارتا ہے۔ مومن کا آج اُس کے پہلے کل

سے بہتر ہوتا ہے۔ وہ شوق اور محبت سے بھاگ بھاگ کر نئ نیکیاں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اعمال کے پھولوں کو گلدستہ بناتا ہے کہ جب اللہ بلائے گا تو میں حاضر ہو جاوٗں گا۔ وہ خوشی خوشی نیک کام کرتا ہے۔

نیکیاں کرنا کوئی پارٹ ٹائم کام نہیں ہے۔ یہ تو ایک احساس ہے کہ میرا ربّ مجھے دیکھ رہا ہے۔ مجھے اخرت کی تیاری کرنی ہے، مجھے حساب دینا ہے۔ باشعور ہونا ہی تقویٰ ہے۔ خواہشات پر پابندیاں لگانا ہے۔ اپنے آپ کو الرٹ رکھنا ہے۔ بندۂ مومن اپنے آپ کو تیار رکھتا ہے۔

لیکن کچھ لوگ اللہ سے ملاقات کی تیاری نہیں کرتے وہ کیا کرتے ہیں؟

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٣٢﴾

اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور مشغولہ ہے۔ اور بہت اچھا گھر تو آخرت کا گھر ہے (یعنی) ان کے لئے جو (خدا سے) ڈرتے ہیں۔ کیا تم سمجھتے نہیں ﴿٣٢﴾

وہ تو یہی کھیل تماشوں میں مصروف رہے۔ دنیاداری میں لگے رہے۔ اور کچھ یہ سوچتے رہے کہ نبی ﷺ کی اُمت سے ہیں اللہ معاف کر دے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اور جگہ پر آتا ہے کہ قیامت کے دِن نا صرف اپنے بوجھ اُٹھائے ہوں گے بلکہ کچھ اور بوجھ بھی لاد دیئے جائینگے، مثلاً اولاد کے گناہوں کا بوجھ۔ کیونکہ اُن کی تربیت اچھی نہیں کی۔ جب بچے کو دین پر پالنا چاہتے ہیں تو پرورش مشکل ہوتی ہے۔ نیک تربیت کا ثواب ملے گا اور بُری تربیت پر پوچھا جائے گا۔

آج مغرب والے کہتے ہیں بچوں کو خوش رکھو۔ یعنی ان کو جو مرضی کرنے دو۔ لیکن ایک مسلمان والدین کو اپنے بچوں کی فکر ہوتی ہے۔ بعض والدین نے تو خود ہی ایسی باتیں کر کے اولاد کا دِل دین سے دُور کر دیا۔ اُن کو دنیاداری میں لگائے رکھا۔

وَلَيَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَاَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ‌ وَلَيُسۡـَٔـلُنَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ

﴿۱۳﴾ العنکبوت آیت 13

اور یہ اپنے بوجھ بھی اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی۔ اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن اُن کے بارے میں ان سے ضرور سوال کیا جائے گا ﴿۱۳﴾

دنیا گزارنے کا طریقہ نہیں سکھایا گیا۔ دنیا کی حقیقت سمجھائی گئی ہے۔ یعنی دنیا ایک اسٹیج ہے۔ ہم سب اپنے کرداد نبھا رہے ہیں۔ پھر کردار اَدا کر کے چلے جائینگے۔

شکسپیئر نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ڈرامہ ہے۔ سب اپنا کرداد ادا کر رہے ہیں۔

شاعر غالب نے کہا تھا؛

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے - ہوتا ہے تماشہ شب و روز میرے آگے۔

دُنیا ایک کھیل ہے۔ کچھ لوگ چلے گئے ہیں۔ ہماری باری بھی آئے گی۔ ہم نے بھی چلے جانا ہے۔ آپ یہ سوچیں کہ ہماری تیاری کیسی ہے؟ کیا ہم اللہ سے ملاقات کے لئے تیار ہیں؟